حدیث

﴿حب الوطن من الایمان﴾

ایک تحقیقی جائزہ

ابن فقیہ ملت غفرلہ (لبستی)

فاضل جامعہ ازہر، مصر، شعبہ حدیث (ایم/اے)

وطن اس مکان یا جگہ کا نام ہے جہاں انسان اقامت پذیر ہوتا ہے، انسان جب اس جگہ پر اپنی قیمتی زندگی کا کچھ اہم حصہ گزار لیتا ہے تو اسے اس جگہ اور وہاں کی عمارتوں اور اس کے گرد ونواح رہنے والے افراد سے فطری طور پر کافی انسیت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے، اسی لئے جب کوئی انسان کسی ضرورت کے پیش نظر وطن سے دور ہوتا ہے تو اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ جلد سے جلد اپنے وطن عزیز کو واپس ہو جائے، اور اس محبت میں کوئی قباحت بھی نہیں کیونکہ اس کا ثبوت صحیح حدیث نبوی سے ملتا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو وطن سے محبت کرنے کا حق دیا ہے۔ وطن سے محبت کرنے کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئیں ہیں ان میں سے ایک حدیث مشہور **"حب الوطن من الایمان"** بھی ہے، جس کا معنی ہے "وطن سے محبت ایمان کی علامت ہے" بعض علمائے کرام آج بھی اسے اپنے مقالوں یا تقریروں میں وطن سے محبت کرنے کے تعلق سے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، میں علمائے حدیث کے اقوال زریں کی روشنی میں اس حدیث کا حکم واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ آیا حدیث صحیح ہے یا حسن؟ ضعیف ہے یا موضوع؟ تاکہ ان پر ظاہر و باہر ہو جائے کہ اس حدیث کو اپنے موقف کے لئے دلیل بنانا کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط۔ انشاء اللہ آنے والی سطروں میں پہلے اس حدیث کے بارے میں جرح کرنے والے محدثین کے اقوال ادنی سے اعلی کی طرف ارتقاء کرتے ہوئے ترتیب کے ساتھ پیش کرونگا۔ پھر ان علمائے محدثین کے اقوال ذکر کرونگا جنہوں نے اس حدیث کی کسی ناحیئے سے توثیق کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی اصطلاحات مثلاً "لا أصل لہ" وغیرہ کے معانی صاف الفاظ میں بیان کروں گا تاکہ قارئین کرام کو آسانی کے ساتھ بحث سمجھ میں آجائے۔

فارجو الله تعالی ان یهدینا الی سواء الطریق بجاه سیدنا محمد ﷺ۔ آمین۔

مگر حدیث مذکور کے بارے میں علمائے حدیث کے اقوال ذکر کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ حدیث مشہور کا حکم بیان کر دوں، کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ حدیث کے ساتھ مشہور کا لفظ سنتے ہیں تو اپنی نادانی کی وجہ سے ان کا ذہن یہی کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے کیونکہ حدیث کے مشہور ہونے کو صحت لازم نہیں۔ مندرجہ ذیل میں حدیث مشہور کی تعریف اور اس کے اقسام مثال کے ساتھ سہل انداز میں بیان کرتا ہوں:

حدیث مشہور کی تعریف: امام المحدثین ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **هو الحدیث الذی روی بطرق محصورة باكثر من اثنین ولم یبلغ حدالتواتر**۔ ترجمہ: حدیث مشہور وہ حدیث ہے جس کے روای معین اور محدود ہوں اس طور سے

کہ ہر طبقہ میں دو سے زیادہ روای ہوں اوران راویوں کی تعداد حدتواتر تک نہ پہونچی ہو۔〈۱〉

حدیث مشہور کی دوقسمیں ہیں: پہلی قسم: جس کے طرق دو سے زائد ہوں۔اس قسم کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(الف)حدیث صحیح: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما کی حدیث ہے وہ مرفوعاروایت کرتے ہیں: **ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاینتزعہ من العباد، ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوساجھا لا ، فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلو وأضلوا.أخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما۔**

(ب)حدیث حسن: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا: **طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم.أخرجہ ابن ماجہ فی سننہ۔**

(ج)حدیث ضعیف: **اطلبوا العلم ولو بالصین۔ أخرجہ البخاری فی تاریخہ وغیرہ۔**〈۲〉

دکتور مصطفی محمد ابوعمارۃ استاذ الحدیث جامعۃ الازہر الشریف کی تحقیق کے مطابق اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث حسن ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب **(النکت البدیعات)** میں فرمایا ہے۔کیونکہ اس کے متعدد ضعیف طرق ہیں جس کی وجہ سے وہ حدیث درجہ ضعف سے ارتقاء کر کے حسن تک پہونچ جاتی ہے۔

دوسری قسم: وہ حدیث جو لوگوں کی زبان زد ہو خواہ اس کی ایک سند ہو یا ایک سے زائد بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث مشہور تو ہوتی ہے مگر اس کی کوئی سند ہی نہیں ہوتی۔〈۳〉

اس قسم کی بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(الف)حدیث صحیح: **المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ ، والمھاجر من ھجر ما نفی اللہ عنہ۔ اخرجہ البخاری ومسلم رحمھما للہ تعالیٰ۔**

(ب)**حدیث حسن : المستشار مؤتمن۔اخرجہ الترمذی و حسنہ۔**

(ج)حدیث ضعیف: **نیۃ المؤمن خیر من عملہ. اخرجہ الطبرانی و غیرہ.**

(د)حدیث موضوع: **الباذ نجان لما أکل لہ** ۔امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس جیسی اور دوسری حدیثوں کو مثال میں پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **کلھا باطلۃ لا أصل لہ.** یعنی یہ ساری حدیثیں باطل موضوع ہیں ان کی کوئی اصل نہین۔〈۴〉

امام سخاوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **و قد یشتھر بین الناس احادیث ھی موضوعۃ بالکلیۃ و ذلک کثیر جدا** ۔ترجمہ: اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بہت سی حدیثیں لوگوں کے درمیان مشہور ہوتی ہیں جو موضوع ہوتی ہیں اور یہ کثرت سے پائی جاتی ہیں〈۵〉

مذکورہ بالا بیان سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ حدیث مشہور صرف صحیح نہیں ہوتی بلکہ حسن ضعیف اور موضوع بھی ہوتی ہے۔

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں:

حدیث:**حب الوطن من الایمان** ،کے بارے میں علمائے محدثین کے مختلف اقوال ملتے ہیں جومندرجہ ذیل ہیں:

(ا)ان علمائے محدثین کے اقوال جنھوں نے حدیث مذکور کے بارے میں ''**لم اقف علیه**''یااس کے ہم معنی قول کیا ہے:

(الف)امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:حدیث:**حب الوطن من الایمان ۔ لم أقف علیه**〈۶〉

(ب)امام بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ تعالی بھی اس کے قائل ہیں چنانچہ ابوالحاسن محمد بن خلیل القاوقجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث: **حب الوطن من الایمان۔قال الزرکشی کا لسخاوی: لم اقف علیه** 〈۷〉

(ج)علامہ مرعی بن یوسف کرمی مقدسی ازہری حنبلی فرماتے ہیں:حدیث ''**حب الوطن من الایمان ، قال بعضهم :لم أقف علیه**〈۸〉

(د)امیر المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**حب الوطن من الایمان ۔ لم یعرف ۔** 〈۹〉

(ہ)علامہ نورالدین ابوالحسن سمہودی رحمہ اللہ فرماتے ہین: **حدیث : حب الوطن من الایمان.قال الحافظ ابن حجر : لم أقف علیه**〈۱۰〉

(و)امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہین: **حب الوطن من الایمان . لا أعرفه.**〈۱۱〉

علماء محدثین کے نزدیک ''لم اقف علیه'' کا معنی و مفهوم:

''**لم اقف علیه**'' اوراس کے مثل دوسرے الفاظ مثلا''**لا أعرفه** '' ''**لم أجد له أصلا**''''**لایعرف**'' وغیرہ اگرکسی مشہورومعروف ناقد سے کسی حدیث کے بارے میں صادر ہوا ہواوراس پرکسی نے تعقب نہ کیا ہوتو وہ حدیث موضوع قراردی جائے گی۔امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**قال الحافظ ابن حجر رحمه الله : اذا قال الحافظ المطلع الناقد فی حدیث : لا أعرفه، اعتمد ذلک فی نفیه ،** ترجمہ:حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کوئی حافظ حدیث ناقد جس کی حدیثوں پرنظر ہوکسی حدیث کے بارے میں کہے ''**لا اعرفه** '' تواس ناقد کے قول پراعتماد کرکے اس حدیث کی نفی کردی جائے گی۔یعنی وہ حدیث موضوع قراردی جائے گی کیونکہ اس حدیث کی حضور ﷺ سے کوئی اصل نہیں.

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ امام المحدثین ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ذکرکرنے کے بعدفرماتے ہیں:**لأنه بعد تدوین الأخبار والرجوع الی الکتب المصنفة ، یبعد عدم الاطلاع من الحفاظ الجهبذة علی ما یورده غیره ، فالظاهر عدمه۔** ترجمہ: کیونکہ احادیث کی تدوین ہوچکی ا،اورعلماء نے اسے اپنی مصنفات میں محفوظ کردیا،تواب فن حدیث کے عالم وناقد سے بہت بعید ہے کہ حدیث کی اصل ہواوروہ اس پہ مطلع نہ ہوسکے۔لہذا کسی ناقد کا حدیث پرمطلع نہ ہونا ظاہرطور پراس بات پردلیل ہے کہ اس حدیث کا وجودنہیں۔ 〈۱۲〉

دوسری جگہ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**وفی جمع الجوامع '' لابن السبکی أخذ امن المحصول**

وغيره : من المقطوع بكذب به ما نقب من الأخبار ولم يوجد عند أهله من صدور الرواة و بطون الكتب ، وكذا قال صاحب المعتمد۔ قال العز بن جماعة : و هذ اقد ينازع فی افضائه الی القطع ، وانما غايته غلبة الظن ۔ترجمہ: جس حدیث کے بارے میں تحقیق وتدقیق کی گئی اور وہ اہل فن کے پاس جنھوں نے اپنے سینوں میں حدیثیں محفوظ کررکھی ہیں اور مصنفات میں نہ مل سکیں تو اس حدیث کا موضوع ہونا قطعی ہے۔ایسا ہی صاحب ''المعتمد'' نے بھی فرمایا ہے، امام عزبن جماعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسی صورت میں یہ کہنا کہ حدیث قطعی طور پر موضوع ہے قابل قبول نہیں، ہاں ظن غالب ضرور ہے کہ وہ حدیث موضوع ہے ﴿۱۳﴾

اسی کے قائل امام ابن عراق الکتانی اور حافظ علائی رحمہما اللہ بھی ہیں۔اس باب میں جن علمائے حدیث ونقاد کے اقوال پر اعتماد کیا جائے گا ان میں سے بعض کے اسماء ذکر کئے جاتے ہیں۔بعض متقدمین کے اسماء یہ ہیں: امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحیی بن معین وغیرہم۔عبدالفتاح ابوغدۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان متقدمین کی طرح بعض متأخرین بھی ہیں جن کے اقوال پر اعتماد کیا جائے گا مثلا: حافظ ضیاء المقدسی، ابن الصلاح، ابن حجر، سخاوی، سیوطی وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ﴿۱۴﴾

(۲) ان علمائے محدثین کے اقوال جنھوں نے حدیث مذکور کے بارے میں **''لا اصل له''** کا قول کیا ہے:

(الف) علامہ علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث: **حب الوطن من الايمان ، لا أصل له عند الحفاظ ۔** ﴿۱۵﴾

(ب) عبدالعزیز بن محمد فرماتے ہیں: **قال ﴿ای الصغانی ﴾ ومنها ﴿ای من الاحاديث الموضوعة﴾ قولهم: حب الوطن من الايمان. قلت لاأصل له.﴿۱۶﴾**

محدثین کرام کی نزدیک ''لا اصل له '' کا معنی و مفهوم :

اس کے مختلف اطلاقات ہیں اختصار کے ساتھ یہاں پر ذکر کرتا ہوں۔(الف) علمائے محدثین کبھی کہتے ہیں: **''هذاالحديث لا اصل له '' لا أصل له بهذا اللفظ '' ليس له اصل ''** وغیرہ، اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جس حدیث پر ان الفاظ کے ساتھ کلام کیا گیا ہے اس کی کوئی سند نہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **قولهم : ''هذاالحديث ليس له أصل أو لا أصل له ، قال ابن تيمية : معناه ليس له اسناد ۔ انتهی ۔** ترجمہ: محدثین کرام کا یہ کہنا: **هذاالحديث ليس له أصل**'' یا یہ کہنا: ''**لا أصل له**'' ابن تیمیہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں ﴿۱۷﴾

عبدالفتاح ابوغدۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **واذا كان الحديث لا اسناد له ، فلا قيمة له ولا يلتفت اليه اذ الاعتماد فی نقل كلام سيدنا رسول الله ﷺ الينا ، انما هو علی الاسناد الصحيح الثابت أو ما يقع موقعه ۔ وما ليس كذلک فلا قيمة له ۔**

ترجمہ: جس حدیث کی کوئی اسناد نہ ہواس حدیث کی کوئی قیمت نہیں، اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال نقل کرنے میں صحیح اسناد یا جواس کے قائم مقام ہو پر ہی اعتماد ہے، اور جو اس حد سے خارج ہو اس کی کوئی قیمت نہیں۔﴿۱۸﴾

(ب) اور کبھی علمائے محدثین مسند حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: **هذاالحديث لاأصل له" يعنون به أنه موضوع مكذوب على رسول الله ﷺ او على الصحابى ، أو على التابعى ، الذى أسند قوله اليه ، وذلك بان يكون للحديث سند مذكور، ولكن فى سنده كذاب أو وضاع أو دلالة صريحة ، أو قرنية ناطقة بكذب المنقول به ، فقولهم فيه حينئذ: لا أصل له ، يعنون به : كذب الحديث ، لا نفى وجود اسناد له .**

ترجمہ: اور کبھی ان کے قول "**هذاالحديث لا أصل له**" سے مراد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جو حضور ﷺ یا صحابی یا تابعی پر گڑھی ہوئی ہے اگر چہ اس حدیث کی سند بھی ہو، کیونکہ اس کی سند میں کوئی وضاع یا کذاب ہوتا ہے یا صراحۃ کوئی قرینہ اس کے موضوع ہونے پر دلالت کرتا ہے تو اس وقت ان کی مراد "**لا اصل له**" سے حدیث کا جھوٹی ہونا ہے نہ یہ کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔﴿۱۹﴾

اس اطلاق کی مثال ہشام بن عمار الدمشقی ہے جس کے بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **قال ابو داؤد: حدث هشام بأربع مأة حديث مسند ليس لها أصل . انتهى . ونحوه فى ميزان الاعتدال .**

ترجمہ: ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہشام نے ۴۰۰ حدیثیں اسناد کے ساتھ بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے ﴿۲۰﴾

(ج) اور کبھی علمائے محدثین بولتے ہیں: **هذاالحديث لا اصل له فى الكتاب ولا فى السنة الصحيحة و الضعيفة " يعنون بذلك ان معناه ومضمونه غريب عن نصوص الشريعة كل الغرابة ، ليس فيها ما يشهد لمعناه فى الجملة .** ترجمہ: ان کے اس قول "**هذاالحديث لا اصل له فى الكتاب ولا فى السنة الصحيحة و الضعيفة**" سے مراد یہ ہوتی ہے کہ حدیث کا معنی ومضمون نصوص شرعیہ میں غریب ہے، اس میں کچھ ایسا نہیں جس سے حدیث بعینہ نہ سہی کم سے کم اس کا معنی ہی درست وثابت ہو۔

(د) اور کبھی جہابذۂ حدیث فرماتے ہیں: "**لا أصل له فى الكتاب ولا فى السنة الصحيحة" يعنون ان معناه و ما يتضمنه لفظه ، لم يرد فى القرآن الكريم ولا فى الحديث الصحيح الثابت عن رسول الله ﷺ فالنفى منهم فى هذا متوجه الى نفى ثبوت مضمون الحديث فى نصوص الشرعية الثابتة ، لا الضعيفة .** ترجمہ: ان کے اس قول "**لا أصل له فى الكتاب ولا فى السنة الصحيحة**" سے مراد یہ ہوتی ہے کہ حدیث کا معنی قرآن اور صحیح حدیث میں وارد نہیں ہے، لہذا یہاں حدیث کے معنی و مضمون کی نفی قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہے، احادیث ضعیفہ سے اس حدیث کے وجود کی نفی ہے﴿۲۱﴾

(۳) ”**موضوع**“ یا ”**لیس بحدیث**“ کا قول کرنے والے علمائے کرام کے اقوال:

(الف) ابوالفضائل الحسن بن محمد الصاغانی رحمہ اللہ نے ”**حب الوطن من الایمان**“ کو موضوعات سے شمار کیا ہے، فرماتے ہیں: **ومنها قولهم ‹ای من الاحادیث الموضوعة›: حب الوطن من الایمان ‹۲۲›**

(ب) علامہ علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہین: **واما ”حدیث حب الوطن من الایمان“ فموضوع۔‹۲۳›**

(ج) الحوت محمد بن درویش بن محمد فرماتے ہیں: **حدیث: ” حب الوطن من الایمان“ حدیث موضوع ‹۲۴›**

(د) العامری احمد بن عبدالکریم الغزی فرماتے ہیں: ”**حب الوطن من الایمان“ لیس بحدیث ‹۲۵›**

(ہ) امام ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وقیل انه من کلام بعض السلف.‹۲۶›**

”موضوع“ و ”لیس بحدیث“ کا معنی و مفهوم: موضوع: سے مراد یہ ہے کہ حدیث گڑھی ہوئی ہے، حضور نبی کریم ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اور **لیس بحدیث:** سے مراد یہ ہے کہ حدیث نہیں بلکہ کسی کا قول ہے۔

(۴) ان علمائے حدیث کے اقوال جنھوں نے ”**حب الوطن من الایمان**“ کے بارے میں فرمایا: **لم أقف علیه و معناه صحیح:**

(الف) امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”**لم اقف علیه و معناه صحیح**“‹۲۷›

(ب) علامہ عبدالرحمٰن بن علی شیبانی شافعی أثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **حب الوطن من الایمان قال: شیخنا ‹أی السخاوی›: ”لم أقف علیه ومعناه صحیح“**. ظاہر ہے انہون نے اس قول میں اپنے استاذ مکرم کی اتباع کی ہے۔**‹۲۸›**

(ج) علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”**لم أقف علیه ومعناه صحیح“۔‹۲۹›** شاید انہوں نے بھی اس قول میں امام سخاوی رحمہ اللہ کی اتباع کی ہے۔

”**لم اقف علیه و معناه صحیح**“ کا معنی ومفہوم: جب کوئی محدث یہ اصطلاح استعمال کرے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ اس محدث کو نہیں ملی، البتہ اس کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں اس کی اصل موجود ہے۔

علمائے حدیث کا ”حب الوطن من الایمان“ کے معنی کو صحیح کهنے والے بعض علماء پر رد: علمائے حدیث نے حدیث کا معنی صحیح کہنے والوں کے قول کو رد کر دیا اور آیت کریمۃ سے ثابت کیا کہ اس حدیث کا معنی بھی صحیح نہیں ہے۔ رد کرنے والوں کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امام ملا علی قاری رحمہ اللہ اس قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ تو عجیب قول ہے اس حدیث کا معنی کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حب وطن اور ایمان کے درمیان کوئی تلازم نہیں، کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ حب وطن پایا جائے مگر ایمان مفقود ہو جیسا کہ کفار وطن سے محبت

کرتے ہیں مگران کا دل ایمان کی رمق سے خالی وعاری ہوتا ہے۔اوراس پرکھلی ہوئی دلیل اللہ جل شانہ کا فرمان عالی شان ہے:''**ولو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوه الاقلیل منهم**'' ترجمہ:(اوراگرہم ان پرفرض کرتے کہ اپنے آپ کوقتل کردو یا اپنے گھربارچھوڑکرنکل جاؤ،توان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے)﴿ **۳۰**﴾یہ آیت واضح طور پراس بات پردلالت کرتی ہے کہ منافقین کووطن سے محبت تھی اگرچہ ان کے پاس ایمان کا خزانہ نہیں تھا۔بعض لوگوں نے امام سخاوی رحمہ اللہ کی تائید کی اورفرمایا:ان کےقول سے مراد یہ نہیں ہے کہ وطن سے صرف مومن ہی محبت کرے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ وطن سے محبت ایمان کے منافی نہیں۔

مگرامام ملاعلی قاری رحمہ اللہ اس تاویل کےضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ظاہر ہے حدیث کامعنی یہی ہے کہ وطن سے محبت ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے،اوورحب وطن علامت اسی وقت بن سکتا ہے جبکہ وہ مومن کے ساتھ خاص ہو، اگراس کے اندربھی یہ خصوصیت پائی جائے اورکفار کے اندربھی توحب وطن علامت ایمان نہیں بن سکتا۔اوراگرامام سخاوی رحمہ اللہ کا قول اس آیت کی طرف نظر کرتے ہوئے ہے جس میں اللہ تعالیٰ مومنوں کےقول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے: **وما لنا الا نقاتل فی سبیل الله وقد اخرجنا من دیارنا ۔** ترجمہ:(بولےہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن سے)﴿**۳۱**﴾تواس کے معارض یہ آیت موجود ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**ولو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا ۔ الأية ۔**

پھرآگے فرماتے ہیں:اگراس حدیث کے معنی کوصحیح مان لیا جائے تواظہر یہ ہے کہ اس سے مراد جنت ہے، یا مکہ شریف یا اللہ کی طرف رجوع، یاوطن متعارف مگراس شرط کے ساتھ کہ محبت کا سبب صلہ رحمی ہو﴿**۳۲**﴾

(۲)علامہ منوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ما ادعاه من صحة معناه عجیب: اذ لا ملازمة بین حب الوطن وبین الایمان ویرده قوله تعالی: ولو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا انفسکم ....** ترجمہ:حافظ سخاوی رحمہ اللہ تعالی کا یہ دعوی کرنا کہ حدیث: حب الوطن .....کامعنی صحیح ہے بڑا عجیب وغریب ہے کیونکہ وطن کی محبت اورایمان کے درمیان کوئی تلازم نہیں،ان کےقول کوردکرنے کے لئے اللہ جل شانہ کا یہ فرمان عالی شان کافی ہے:﴿**ولو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوه الا قلیل منهم**﴾ ﴿**۳۳**﴾

(۳)عالم جلیل عبدالعزیز بن محمد امام سخاوی رحمہ اللہ کےقول پرتعقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**وقول السخاوی فی المقاصد معناه : صحیح ۔ باطل لا یلتفت الیه** ۔ترجمہ:اما سخاوی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ **''حب الوطن من الایمان''** کامعنی صحیح ہے،قابل التفات نہیں﴿**۳۴**﴾

شیخ محمد جمال الدین قاسمی دمشقی نے ایک عالم کا قول نقل کیا جوخطباء کے درمیان احادیث مکذوبۃ کے ذکرکرنے کا کیسا رواج ہے بیان کرنے کے بعدفرماتے ہیں:﴿ **و ذلک کحدیث''حب الوطن من الایمان'' الذی لا یفهم منه بعد التاویل والتحلیل الا الحث علی تفرق الجامعة الاسلامیة ۔ التی تنشد ضالتها الآن۔ فانه یقضي بتفضیل مسلمی مصر مثلا علی من سواهم وان من فی الشام یفضل اخوته هناک**

علی غیرھم، وھکذا وھو الا نحلال بعینه والتفرق المنھی عنه، والله یقول: ''انما المومنون اخوة'' ولم یقید الاخوة بمکان، ویقول: ''ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة'' وأقل ما فیه تفویت فضیلة الایثار﴾ اس کی واضح مثال حدیث: حب الوطن...... ہے جس کی تاویل وتوجیہ کرنے کے بعد بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ امت مسلمہ کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں، کیونکہ یہ ایک ملک کے مسلمان کو دوسرے ملک کے مسلمانون پر فضیلت دینا ہے اور یہی تشتت اور افتراق ہے جس کی اسلام میں ممانعت ہے۔ نیز اللہ جل شانہ فرماتا ہے: مومنین کہیں بھی ہوں بھائی بھائی ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: ''اور اپنی جانوں پر دوسرں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو'' اور اگر کچھ نہیں تو کم سے کم اس حدیث کے معنی کو صحیح ماننے کی صورت میں ایثار وقربانی کے جذبہ کو فوت کرنا ضرور ہے **﴿۳۵﴾**

خلاصۂ کلام: (۱) بعض محدثین کرام نے فرمایا: لم اقف علیہ'' اور یہ محدثین ان میں سے ہیں جن کو حدیث اور علوم حدیث میں درک حاصل تھا مثلاً امام المحدثین ابن حجر عسقلانی اور امام جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ تعالی وغیرہما۔ اور ایسے محدثین اس طرح کا قول کریں تو ان کے قور پر اعتماد کر کے حدیث کے موجود ہونے کی نفی کردی جاتی ہے، لہذا یہ حدیث قائدہ کے مطابق موضوع ہوگی۔

(۲) بعض محدثین عظام نے فرمایا: ''لا أصل لہ عند الحفاظ'' اس کا مطلب یہاں پر یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں اور جس حدیث کی کوئی سند نہ ہو محدثین کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۳) بعض اہل فن نے فرمایا: حب الوطن ۔۔۔۔۔۔۔ یہ حدیث موضوع ہے اور بعض نے فرمایا: یہ حدیث ہی نہیں ہے، اور بعض نے کہا: زمانہ ماضی کے کسی شیخ کا قول ہے۔ ان سب کا معنی یہی ہے کہ یہ حضور ﷺ کا قول نہیں ہے۔

(۴) بعض علمائے حدیث نے فرمایا: حب الوطن ۔۔۔۔۔۔۔ اس حدیث کا معنی صحیح ہے۔ مگر علمائے کرام نے ان کے قول کو رد کر دیا جیسا کہ امام ملا علی قاری اور علامہ منوفی رحمہما اللہ وغیرہما کا رد اس حدیث کے معنی صحیح کہنے والوں پر گزرا۔

(۵) علمائے محدثین متفق ہیں کہ یہ حدیث **''حب الوطن من الایمان''** ان الفاظ کی ساتھ موضوع ہے۔

حدیث کا حکم: ان تمام اقوال کی روشنی میں اس حدیث کا حکم بیان کرنے کے لئے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ **''حب الوطن من الایمان''** ان الفاظ کے ساتھ کسی حدیث کا وجود نہیں، لہذا یہ حدیث موضوع ہے۔ کیونکہ جمہور علمائے حدیث کی آراء واقوال سے یہی ظاہر وباہر ہے۔ نیز اس کا معنی بھی درست نہیں کیونکہ وطن کی محبت اور ایمان کے درمیان تلازم نہیں جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا، اور یہی میری ناقص رائے میں راجح اور درست ہے۔ لہذا اس حدیث کو حب وطن پر حجت بنا کر پیش نہیں کرنا چاہئے۔

نیز وطن سے محبت کرنے پر دلالت کرنے والی اس موضوع حدیث ''حب الوطن'' ۔۔۔ کے علاوہ بعض صحیح یا اس باب مین قابل احتجاج حدیثیں موجود ہیں جو وطن کو محبوب رکھنے پر دلالت کرتی ہیں، لہذا موضوع حدیث کو استدلال میں بیش کرنے کے بجائے انہیں قابل قبول احادیث کو بیان کیا جائے، ان میں سے بعض کا ذکر کرتا ہوں:

بخاری شریف کی حدیث ہے: **حدثنا سعید بن ابی مریم قال أخبرنا محمد بن جعفر قال أخبرنی**

حمید أنه سمع أنسا رضی الله تعالیٰ عنه یقول: کان رسول الله اذا قدم من سفر فأبصر درجات المدینة أوضع ناقته و ان کانت دابة حرکها۔۔۔وفیه دلالة علی فضل المدینة وعلی مشروعیة حب الوطن والحنة الیه۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور نبی کریم ﷺ کسی سفر سے آتے تو مدینہ شریف کی اونچی سڑکیں اور منزلیں دیکھ کر خوش ہوتے اور اونٹنی تیزی سے اس کی طرف دوڑا دیتے تھے، اور اگر کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اس کو حرکت دیتے ۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ بدر الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں مدینہ شریف کی فضیلت اور وطن سے محبت کے جواز پر واضح دلالت ہے۔﴿۳۶﴾

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے: **حدثنا ابی حدثنا ابن ابی عمیر قال: قال سفیان فسمعناه عن مقاتل منذ سبعین سنة عن الضحاک قال: لما خرج النبی ﷺ من مکة فبلغ الجحفة اشتاق الی مکة، فانزل الله تبارک و تعالیٰ علیه القرآن ﴿رادک الی معاد﴾ الی مکة۔**

ترجمہ: ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضور نبی کریم ﷺ مکہ سے نکلے اور مکان جحفہ پہونچے تو آپ کو مکہ شریف کی جانب رغبت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی **"ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد"** ﴿۳۷﴾ ترجمہ: (بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمھیں پھیر جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو۔یعنی مکہ کی طرف) (۳۸)

تیسری حدیث میں ہے: **عن ابن شهاب قال قدم أصیل الغفاری قبل ان یضرب الحجاب علی أزواج النبی ﷺ فدخل علی عائشة رضی الله عنها، فقالت له: یا أصیل کیف عهدت مکة قال: قدأخصب جنابها، وابیضت بطحائها قالت: أقم حتی یا تیک النبی ﷺ فلم یلبث أن دخل النبی ﷺ فقال له یاأصیل کیف عهدت مکة قال: والله عهدتها قد أخصب جنابها وابیضت بطحا ؤها و أغدق اذ خرها وأسلت ثمامها و أمش سلمها فقال: حسبک یاأصیل لا تحزنا۔ أمش سلمها: یعنی نوامیه الرخصة التی فی الطراف اغصانه الا ذ خر: حشیشة طیبة الرائحة تسقف بها البیوت فوق الخشب۔**

ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اُصیل غفاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات پر حجاب فرض ہونے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُصیل غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا مکہ کو کیسا پایا؟ تو آپ نے عرض کیا: مکہ کی گھاسیں خوب اگ آئیں ہیں، اور اس کے وسیع مکان کی ریتیں سفید ہوگئی ہیں، پھر حضور ﷺ آئے، اور آپ ﷺ نے بھی پوچھا: ((مکہ کو تم نے کیسا پایا)) آپ نے عرض کیا: مکہ کی گھاسیں خوب اگ آئی ہیں، اور اس کے وسیع مکان کی ریتیں سفید ہوگئی ہیں، اور اس کی خوشبودار گھاس خوب زیادہ ہوگئی ہے، اور اس کی ثمال (ایک قسم کی گھاس) بھی ظاہر ہو چکی ہے، اور اس کے سلم درخت کی ڈالیوں میں ٹہنیاں نکل آئی ہیں، تو آپ ﷺ دل برداشتہ ہوگئے، اور فرمایا: ((اُصیل بس کرو ہمیں مکہ شریف کے اوصاف بیان کر کے

غمزدہ نہ کرو))〈۳۹〉

ان احادیث سے پتہ چلا کہ وطن سے محبت کرنا درست ہے،البتہ یہ محبت وچاہت ایمان کی علامت نہیں جیسا کہ حدیث **"حب الوطن ۔۔** کے معنی کو صحیح ماننے سے لازم آتا ہے۔کیونکہ وطن سے محبت اور ایمان کے درمیان تلازم نہیں،ایسا ہوسکتا ہے کہ وطن سے محبت ہو مگر ایمان کا وجود نہ ہو،جیسا کہ کفار ومشرکین کو وطن سے محبت ہوتی ہے مگر یہ محبت ایمان سے خالی وعاری ہوتی ہے،لہذا شریعت اسلامیہ میں وطن سے محبت کی سماحت ہے مگر یہ محبت ایمان کی علامت ہو۔اس طور سے کہ جہاں جہاں وطن سے محبت پائی جائے وہاں وہاں ایمان کا وجود ہو۔ایسا نہیں ہے۔

ازہاراحمد امجدی مصباحی ازہری غفرلہ

استاذومفتی:مرکز تربیت افتا،اوجھا گنج،بستی،یوپی،انڈیا۔

Mobile No:9936691051

Email:amjadiazharimisbahi@gmail.com

فہرست مراجع

〈۱〉نزهة النظر فی شرح نخبة الفكر لابن حجر العسقلانی ص۳۱ تحقيق: حمدی الدمرداش، مكتبة نزار مصطفى الباز،الرياض〉

〈۲〉 التحقيق والايضاح لمحمد ابو عمارة ص ۴۵۔۴۸〉

〈۳〉 نزهة النظرشرح نخبة الفكر ص ۳۲〉

〈۴〉تدريب الراوی لجلال الدين السيوطی ص ۴۴۳۔۴۴۹، تحقيق: محمد ايمن بن عبدالله، مطبع دار الحديث〉

〈۵〉 فتح المغيث للسخاوی ج ۳ص ۳۵، تحقيق: مجدی فتحی السيد،المكتبة التوفيقية〉

〈۶〉الدرر المنتثرة فی الأحاديث المشتهرة لجلال الدين السيوطی ج ۱ ص۹〉

〈۷〉 الؤلؤ المرصوع فيما لاأصل له او باصله موضوع للقاوقجی ص۷۲، تحقيق: فواز احمد زبيرلی ، مطبع :دار البشائر الاسلامية〉

〈۸〉الفوائد الموضوعة فی الاحاديث الموضوعة لمرعی بن يوسف الكرمی ص ۱۰۳، تحقيق: محمد الصباع〉

﴿٩﴾﴿النخبة البهية فی الاحاديث المكذوبة للأمير المالكی ج١ص٥٢﴾

﴿١٠﴾﴿الغماز علی اللمازفی الموضوعات المشهورات للسمهودی ص:٩٧ تحقيق: محمد عبد القادر العطار مطبع:دار الكتب العلمية بيروت لبنان﴾

﴿١١﴾﴿ مختصر المقاصد الحسنة للزرقانی ص:١١١ تحقيق: محمد الصباغ المكتب الاسلامی بيروت﴾

﴿١٢﴾﴿تدريب الراوی ، النوع الثا نی والعشرون ص٢٥٧﴾

﴿١٣﴾﴿ نفس المرجع النوع الحادی والعشرون ص ٢٤١﴾

﴿١٤﴾﴿ تنزية الشريعة المرفوعة لابن عراق الكتانی ج١ص١٣﴾﴿مقدمة المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع للملاعلی القاری ص ٢٥۔٢٧۔٣٨۔٤٢. مطبع مكتب المطبوعات الاسلامية ﴾

﴿١٥﴾﴿المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع ص٩١﴾

﴿١٦﴾﴿التهانی فی التعقيب علی موضوعات الصغانی لعبد العزيز ص٦٥ مطبع:دار الأنصار بالقاهرة﴾

﴿١٧﴾﴿تدريب الراوی ، النوع الثانی والعشرون ص ٢٥٧﴾

﴿١٨﴾﴿مقدمة المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع ﴾

﴿١٩﴾﴿نفس المرجع﴾

﴿٢٠﴾﴿تهذيب التذهيب لابن حجر ج ١١ص ٤٧ كا دار الفكر﴾﴿ميزان الاعتدال للذهبی ج٤ص٣٠٢﴾مطبع: دار المعرفة لبنان﴾

﴿٢١﴾﴿مقدمة المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع" ص١٧۔٢٣﴾

﴿٢٢﴾﴿موضوعات الصغانی ص٤٧، تحقيق: نجم عبد الرحمن خلف﴾

﴿٢٣﴾﴿مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للملا علی القاری، ج٥ص٣١٦﴾

﴿٢٤﴾﴿أسنی المطالب فی أحاديث مختلفة المراتب للحوت ص٩٥،مطبع: المكبتة التجارية الكبریٰ ،مصر﴾

﴿٢٥﴾﴿الجد الحثيث فی بيان ما ليس بحديث للعامری ، ج١،ص٨٥﴾ أصل

﴿٢٦﴾﴿الاسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة للملا علی القاری ص١٨٠تحقيق: محمد

الصباغ مطبع: دار الامانۃ بیروت ⟩
⟨۲۷⟩⟨المقاصد الحسنۃ ص۱۸۳ تحقیق: عبد اللہ محمد الصدیق ، مطبع : مکتبۃ الخانجی ، مصر⟩
⟨۲۸⟩⟨تمییز الطیب من الخبیث للشیبانی الشافعی ص۶۸:دار الکتب العربی بیروت⟩
⟨۲۹⟩⟨تذکرۃ الموضوعات للفتنی ، ص۱۱، کتاب التوحید، مطبع دار احیاء التراث العربی، لبنان ⟩
⟨۳۰⟩⟨کنز الایمان ، جزء۵، سورۃ النساء ، آیۃ ۶۶⟩
⟨۳۱⟩⟨کنز الایمان ، جزء ۲، سورۃ البقرۃ ، ۲۔ آیۃ ۲۴۶⟩
⟨۳۲⟩⟨کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی ألسنۃ الناس للعجلونی، ج۱ص ۴۱۴، تحقیق: أحمد القلاش ، مطبع : دار التراث ، مصر⟩
⟨۳۳⟩⟨ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ص۱۸۰⟩
⟨۳۴⟩⟨التہانی علی موضوعات الصغانی،ص۵۶⟩
⟨۳۵⟩قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث لمحمد جمال الدین القاسمی،ص۱۶۱،دار النفائس، بیروت۔
⟨۳۶⟩عمدۃ القاری للعینی، باب من اسرع ناقتہ اذا بلغ المدینۃ، ج۱۵ص۴۳۹⟩
⟨۳۷⟩⟨ تفسیر ابن ابی حاتم، قولہ تعالیٰ: رادک الی معاد، ج ۹سورۃ القصص ص: ۳۰۲۶⟩
⟨۳۸⟩⟨کنز العما ل جزء۲۰ سورۃ القصص ۲۸، آیۃ ۸۵⟩
⟨۳۹⟩⟨أخبار مکۃ وما جاء فیہا من الآثار لابی الولید محمد بن عبد اللہ الازرقی ، تذکر النبی ﷺ و أصحابہ مکۃ،ج۲ص۱۵۵، دار الاندلس بیروت⟩